نیا مذہبی قانون نافذ ہوگیا ہے

سپریم سوویت نے "ضمیر اور مذہب کی تنظیموں کی آزادی" کا قانون گذشتہ اکتوبر میں منظور کیا۔ اس منظوری سے سوویت عوام یقیناً خوش ہوئے ہیں۔ نیا قانون افراد اور مذہبی تنظیموں کو بہت سے نئے حقوق اور آزادیاں عطا کرتا ہے۔ جن کا اس سے پہلے کے قانون میں فقدان تھا۔ اب اہلِ ایمان چار دیواری تک ہی محدود نہیں رہیں گے، انہیں اپنے مذہبی عقائد پر عمل کرنے اور ان کی تبلیغ کی قانونی طو ر پر اجازت ہوگی۔ اس قانون کی برکتوں سے فوری طور پر مستفید ہونے کے لیے متعدد مذہبی گروہوں نے اپنے پروگراموں کا آغاز کردیا ہے۔ چند ایک نے مذہبی تعلیم کے لیے اپنے اسکول قائم کیے ہیں۔ یہ گویا ریاست اور مذہبی تنظیموں کے درمیان ایک قسم کا بندھن ہے۔ جنہوں نے انسانی بنیادوں پر متحد ہو کر کام کرنے کا عہد کیا ہے۔ اس طرح مذہب کے فیض رساں پہلوؤں کو سوویت حکام نے بروقت تسلیم کر لیا ہے۔

تاہم بہت سے اہل ایمان نے قانون کی اس شق پر اپنی تشویش کا اظہار کیا جو چرچ کی ریاست سے اور اسکولوں کی چرچ سے تعلق رکھتی ہے۔ اب جبکہ الحاد پر ریاست کے خزانے سے خرچ ہونے والے بھاری بھر کم فنڈ غیر مؤثر ہوگئے ہیں۔ ان لوگوں کو توقع ہے کہ اب مذہب کو حکومت کی امداد میّسر ہوگی، اب ان کی باری ہے۔ ریاست نے چونکہ لادینی تعلیم کا بیڑا اٹھا رکھا ہے، وہ مذہبی تعلیم کی ذمہ داری اپنے سر لے لے گی۔ اس کی بجائے یہ ذمہ داری سرکاری طور پر رجسٹر شدہ مذہبی تنظیموں کو سونپ دی گئی ہے۔ تعلیم کا شعبہ نئے قانون میں سب سے زیادہ متنازعہ فیہ مسئلہ ہے۔ اس پر ابھی تک پابندیاں عائد ہیں۔ اسے نہ تو فنڈ مہیا کیے جاتے ہیں اور نہ عمارتوں وغیرہ کی سہولتیں۔ ریاست نے اسے اس کی رضاکارانہ حالت میں رہنے دیا ہے۔ جبکہ اہل عقائد یہ چاہتے ہیں کہ ریاستی اسکولوں میں مذہبی تعلیم کی شمولیت کے لیے قانون پر بحث و تمحیص کو مزید آگے بڑھائیں۔

انقلاب سے پہلے مسلمانوں کو عربی رسم الخط میں قرآن کی مذہبی تعلیمات سیکھنے کی مکمل آزادی تھی۔ نئے قانون میں البتّہ ایسی کوئی شق موجود نہیں ہے جس کے تحت مسلمانوں کو ان کا سابقہ نظامِ تعلیم واپس مل سکے۔ اس لیے وہ جمہوریہ کے قانون سے یہ تقاضا کرنا چاہیں گے کہ مذہبی تعلیم کے سلسلے میں وہ ان کی مکمل حمایت کرے۔ جمہوریہ کے قانون میں اس بارے میں ابھی تک کوئی اشارہ موجود نہیں ہے۔ پرانے

مذہبی مسودات، ضبط شدہ پرانی، تاریخی اور ثقافتی عمارات مسلمانوں کے لیے اہک کردار کی حامل ہیں۔ لیکن نئے قانون میں اس بات کی وضاحت موجود نہیں کہ مسلم تہذیب کے لیے اظہارِ احترام کے طور پر ان نوادرات کو کب اور کیسے مسلمانوں کو واپس لوٹایا جائے گا۔ اگرچہ طویل غفلت کے نتیجے میں ان کی ناگفتہ بہ حالت کے باعث نئی پود کے لیے ان میں کوئی کشش باقی نہیں رہی۔ تاہم مسلمانوں نے اس بات کا عزم کر رکھا ہے کہ وہ مرمت کے کام اور درس و تدریس کے ذریعے اپنے کھوئے ہوئے اس ورثے کو دوبارہ زندہ کریں گے۔

اگرچہ نئے قانون میں مذہبی آزادی کی گنجائش موجود ہے۔ سرکاری سرپرستی میں قائم شدہ مذہبی تنظیموں اور اداروں کی تعداد غیر رجسٹر تنظیموں کے مقابلے میں کہیں محدود ہے۔ نیا قانون غیر رجسٹر مذہبی تنظیموں کے بارے میں بہت ہی مبہم ہے۔ یہ واضح نہیں ہے کہ یہ تنظیمیں کن شرائط کے تحت رجسٹریشن کے لیے درخواست دے سکتی ہیں۔ یوں توقع کے مطابق ان کی راہ میں حائل نوکرشاہی کی رکاوٹ میں کوئی خاص کمی نہیں آئی۔ چونکہ نئے مذہبی قانون میں ان کے حقوق غیر واضح ہیں۔ اس لیے اس بات کا ا مکان موجود ہے کہ انہیں پبلک لاء اور دیگر ضوابط کی آڑ میں تعصّب کا نشانہ بنایا جائے۔

اگرچہ ایک نئے مذہب کی ضرورت مدّت سے محسوس کی جا رہی تھی، تاہم قطع نظر اس کے کہ اسے کس شکل و صورت میں عملی جامہ پہنایا جائے گا، کٹر دہریے اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ قانون ایک سیکولر ملک کی نظریاتی بنیادوں کے منافی ہے۔ نظریاتی میدان کے پالیسی سازوں نے یہ احساس کر لیا ہے کہ تصورات و نظریات انسانی معاشرے کے ساتھ مربوط ہیں اور انہیں مساوی زندگی کا موقع دیا جانا چاہیے۔ ان دہریوں کو اب اس بات کا قائل کرنے کی ضرورت ہے کہ کس نظریے کی حقانیت کسی معاشرے کے لیے رحمت کا درجہ رکھتی ہے۔ مذہب کی نفی کے نتیجے میں ریاست اور فرد کے تعلقات کو نقصان پہنچ چکا ہے۔ اب اس کی اصلاح کی ضرورت ہے اور یہ اصلاح افراد کی جائز امنگوں اور خواہشات کے احترام ہی کے ذریعے ممکن ہے۔